رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۞ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

الفضل قادیان

اللہ اکبر

ہفتہ میں تین بار

ایڈیٹر۔ غلام نبی

فی پرچہ ۱/

The ALFAZL QADIAN.

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند

نمبر ۱۲	۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ	یوم پنجشنبہ	مطابق ۲۶ جولائی ۱۹۳۴ء	جلد ۲۲

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حضور ۲۵-جولائی صبح کو پالم پور سے روانہ ہو کر لاہور تشریف لے جائیں گے۔ وہاں سے ۲۶-جولائی کو انشاء اللہ العزیز قادیان رونق افروز ہوں گے ::

حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم اے ناظر تعلیم و تربیت کے بائیں بازو میں درد کی وجہ سے تکلیف ہے۔ احباب دعائے صحت فرمائیں ::

جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ شملہ سے واپس تشریف لے آئے ہیں ::

۲۲-جولائی۔ لوکل انجمن کے زیر اہتمام احراریوں کے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے جلسہ منعقد ہوا جس میں جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی جناب میر قاسم علی صاحب اور ملک محمد عبداللہ صاحب نے تقریریں کیں ::

مولوی جلال الدین صاحب شمس ایبٹ آباد سے واپس آ گئے ہیں ::

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اکرامِ ضیف

میاں ہدایت اللہ صاحب احمدی مشہور پنجابی شاعر لاہور ۲۶-جولائی ۱۹۰۴ء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں گورداسپور حاضر ہوئے۔ اور چند دن ٹھیرے۔ پھر جب واپس جانے کی اجازت چاہی۔ تو حضور نے فرمایا:-

"آپ جا کر کیا کریں گے۔ یہاں ہی رہئے۔ اکٹھے چلیں گے۔ آپ کا یہاں رہنا باعث برکت ہے۔ اگر کوئی تکلیف ہو۔ تو بتلا دو۔ اس کا انتظام کر دیا جائے۔ پھر اس کے بعد آپ نے عام طور پر جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا۔ چونکہ آدمی بہت ہوتے ہیں۔ اور ممکن ہے۔ کہ کسی کی ضرورت کا علم (اہل عملہ کو) نہ ہو۔ اس لئے ہر ایک شخص کو چاہیئے۔ کہ جس شے کی اسے ضرورت ہو۔ وہ بلا تکلف کہدے۔ اگر کوئی جان بوجھکر چھپاتا ہے۔ تو وہ گنہگار ہے۔ ہماری جماعت کا اصول ہی بے تکلفی ہے"

(الحکم ۱۰ر اگست ۱۹۰۴ء)

احمدیہ مشن لنڈن کے متعلق تازہ خط

(مولانا عبد الرحیم صاحب درد ایم اے امام مسجد احمدیہ لنڈن کے قلم سے)

مئی میں Sir R. Craddock K.M.P. GCIE, KCSI نے ہاؤس آف کامنز میں میری چائے کی دعوت کی۔ یہ صاحب برما کے گورنر اور وائسرائے کی کونسل کے ممبر رہ چکے ہیں۔ اور آج کل سلیکٹ کمیٹی کے ممبر ہیں ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب ان سے مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی۔ کشمیر کے حالات اور ہندوستان کی سیاسی فضاء کا تذکرہ ہوتا رہا۔ اس کے بعد سلسلہ کے حالات اسے بتائے گئے۔ اور احمدی غیر احمدی کا فرق بھی بتایا گیا۔ کیونکہ اسے اس سوال سے دلچسپی تھی۔

جون میں سر ہنری کریک نے مجھے چائے پر بلایا۔ وُہ آج کل رخصت پر یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اور عنقریب ہندوستان جا کر ہوم ممبر گورنمنٹ آف انڈیا کا کام سنبھالیں گے۔ میں نے انہیں چائے کی دعوت دی۔ جسے انہوں نے خوشی سے منظور کیا۔ انہیں مسجد دیکھنے کا بھی شوق تھا۔ مگر وقت کی تنگی کی وجہ سے انہوں نے ڈائری دیکھ کر یہ فیصلہ کیا۔ کہ شہر میں کسی ہوٹل میں دعوت کا انتظام ہو تو بہتر ہوگا۔ اس لئے ان کے اعزاز میں Dorchester Hotel میں پارٹی دی گئی۔ جس میں نائب وزیر ہند سر ایڈورڈ میکلیگن۔ مہاراجہ صاحب بردوان۔ اور کئی معززین شامل ہوئے۔ جن کی فہرست ٹائمز اخبار میں شائع ہو چکی ہے۔

لارڈ اور لیڈی ولنگڈن اور مکرمی چوہدری ظفر اللہ خان صاحب ۱۸ - جون کو بذریعہ ہوائی جہاز لنڈن تشریف لائے۔ میں ان کے استقبال کے لئے Croydon گیا۔ جہاں بہت سے معززین اور وزیر ہند سے بھی ملاقات ہوئی۔

لنڈن مسجد ریلوے سٹیشن سے دُور واقعہ ہے۔ اس لئے آنے جانے میں وقت لگتا ہے۔ گو ریلوے لائن مکان کے ساتھ سے گزرتی ہے۔ اور اس کا شور ہماری تقریروں میں مخل ہوتا ہے مگر اس کا فائدہ کوئی نہیں۔ اس لئے میں نے مختلف ممالک کی احمدیہ انجمنوں کو تحریک کی۔ کہ وُہ اس قسم کا ریزولیوشن پاس کر کے یہاں بھیجیں۔ کہ مسجد کے قریب ایک چھوٹا سا سٹیشن بنا دیا جائے چنانچہ امریکہ۔ افریقہ۔ جاوا۔ سماٹرا۔ مصر۔ فلسطین۔ شام۔ ہندوستان عراق وغیرہ سب ممالک سے اس قسم کے ریزولیوشن یہاں پہونچ گئے اور ایک افسر موقعہ دیکھنے آیا۔ اسے اس کی ضرورت اور اہمیت سمجھائی گئی۔ ساتھ ہی اپنے محلہ کے لوگوں سے ایک میموریل پر دستخط کرائے گئے۔ کہ سٹیشن ضرور ہونا چاہیئے۔ کیونکہ آبادی بڑھ رہی ہے اس ضمن میں مکرمی مولوی محمد یار صاحب عارف۔ مسٹر نل بلال اور مسٹر جورڈن خاص طور پر قابل شکریہ ہیں۔ کہ انہوں نے ہمسایوں کے گھروں میں جا کر کئی سو دستخط حاصل کئے۔ اس طرح ہمیں اپنے ہمسایوں سے تعلق پیدا کرنے اور بعض کو تبلیغ کرنے کا بھی موقعہ مل گیا۔ اور یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ کہ عموماً سب کا ہمارے متعلق اچھا خیال ہے۔ گو ایک دو متعصب گھرانوں کا بھی علم ہوا۔ بہرحال یہ تمام دستخط اپنے ایک ہمسایہ کی طرف سے افسران بالا کے پاس بھیجے گئے مگر افسوس ابھی تک شنوائی نہیں ہوئی۔

نواب صاحب رام پور جس دن یہاں تشریف لائے ان کا خیر مقدم کیا گیا۔ اور ان کے گلے میں ہار ڈالا گیا۔ انہوں نے وائسرائے کے اعزاز میں چائے کی ایک دعوت کی۔ جو ہائڈ پارک ہوٹل میں تھی۔ میں اور مکرمی چوہدری صاحب بھی مدعو تھے۔ چوہدری صاحب کو تو نواب صاحب وائسرائے کے پاس خود بلا کر لے گئے۔ کیونکہ لیڈی ولنگڈن کی یہ خواہش تھی۔

اس کے بعد مکرمی چوہدری صاحب نے میری وائسرائے بہادر سے ملاقات کرائی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ہم تو اس سے پہلے کہیں ملاقات کر چکے ہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں شملہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ساتھ ملاقات کا موقعہ ملا تھا۔ مہاراجہ صاحب کپورتھلہ سے بھی ملاقات ہوئی۔ انہیں یہ یاد تھا۔ کہ کپورتھلہ کی مسجد کے افتتاح کے موقعہ پر میں نے مسجد میں مختصر سی تقریر کی تھی۔ اور ان کے ساتھ لنچ کھایا تھا۔

سر سکندر حیات خاں صاحب جو پنجاب میں دو موقعوں پر گورنری کر چکے ہیں۔ جس دن تشریف لائے۔ تو میں نے اور چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے ان کا وکٹوریا سٹیشن پر استقبال کیا۔ اس کے بعد یکم جولائی کو اتوار کے روز وُہ مسجد تشریف لائے۔ عصر کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کی اور پھر لیکچر روم میں ایک جلسہ کیا گیا۔ مسٹر ناصر بائی لے۔ مسٹر عمر لیش۔ مسٹر فاطمہ ٹرجٹ رحیم Sampaksy نے قرآن شریف کی تلاوت کی۔ اسکے بعد حسب معمول اسلامی اصول کی فلاسفی کے چند صفحات مسز کون نے پڑھ کر سنائے پھر میں نے کہا۔ کہ چونکہ مکرمی چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سال کا ایک حصہ عموماً انگلستان میں گزارتے ہیں۔ اس لئے وُہ ہماری جماعت کے ممبر ہیں اور اس حیثیت سے وُہ سر سکندر حیات خان صاحب کا آج خیر مقدم کرینگے چنانچہ مکرمی چوہدری صاحب نے نہایت اعلےٰ پیرایہ میں تقریر فرمائی جس میں سر سکندر حیات خان صاحب کے خاندانی حالات سُنائے۔ اور پھر صُوبہ میں جو کام انہوں نے کئے۔ ان کا تذکرہ کیا۔ اور پھر بتایا کہ کس طرح ان کے والد صاحب کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق تھا۔ اور خصوصیت سے سر سکندر حیات خان صاحب کو اس طرف توجہ دلائی۔ کہ یہ ایک ایسا تعلق ہے۔ جو سلسلہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ روز بروز نمایاں ہوتا جائیگا۔ انشاء اللہ۔ پھر لنڈن مشن کے کام کی طرف ان کی توجہ مبذول کی۔ اور آخر میں ذاتی حیثیت سے بھی چند مؤثر الفاظ میں انہیں خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد سر سکندر حیات خاں صاحب نے تقریر فرمائی۔ اور چوہدری صاحب کا اور میرا اور جماعت کا شکریہ ادا کیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تعریف فرمائی۔ نیز اس امر پر مسرت کا اظہار کیا۔ کہ انگریز قوم اسلام قبول کر رہی ہے۔ اور قرآن شریف عربی میں نو مسلم پڑھتے ہیں مسز ہلٹن پورٹ سمتھ سے ایک کیک بنوا کر لائی تھیں۔

نظارت تعلیم و تربیت کو آنریری کارکنوں کی ضرورت

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ

صیغہ تعلیم و تربیت کے لئے کچھ ایسے دوستوں کی ضرورت ہے جو تربیت جماعت کے لئے کچھ وقت دے سکیں۔ مثلاً سکولوں کے مدرسین یا اور ملازم پیشہ احباب جن کو سرکاری طور پر موسمی یا اور اور تعطیلیں مل جاتی ہیں۔ یا مل سکتی ہوں۔ اور وُہ ان تعطیلوں میں سے کچھ وقت دین کی خدمت کے لئے وقف کر سکیں۔ براہ کرم ایسے احباب اپنے نام سے مجھے اطلاع دیں۔ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں۔ کہ وُہ کس قدر وقت اور کس ماہ میں دے سکیں گے۔ نیز اس کے علاوہ اور صاحب بھی جو ملازم پیشہ نہ ہوں۔ اور وقت دے سکیں۔ وُہ بھی اپنے نام لکھوا سکتے ہیں۔

اخراجات سفر صیغہ ہذا سے دیئے جائیں گے۔

احباب کو چاہیئے۔ کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس کار خیر میں شامل ہو کر عند اللہ ماجور ہوں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے (ناظر تعلیم و تربیت)

واپسی قرضہ کے متعلق اعلان

ماہ جولائی کی قرعہ اندازی میں مندرجہ ذیل احباب کے نام نکلے۔ روپیہ ان کے نام بھجوایا جا رہا ہے:۔

مولوی محمد عبد اللہ صاحب بوتالوی۔ سرگودھ۔ مولوی علی احمد صاحب بھاگل پوری۔ اہلیہ صاحبہ بابو معراج الدین صاحب بغداد۔

فرزند علی عفی عنہ۔ ناظر امور عامہ۔

جلسوں کے لئے مبلغین موجود ہیں

اگست میں اساتذہ جامعہ احمدیہ۔ مدرسہ احمدیہ اور ہائی سکول فارغ ہونے والے [illegible] مدرسہ احمدیہ کی اعلےٰ جماعتوں کے طلباء کو ماہ جولائی میں رخصتیں ہو جائیں گی۔ ان میں سے بعض نہایت عمدہ تقریریں کر سکتے ہیں۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ اگر جماعتیں جولائی۔ اگست ستمبر میں اپنے سالانہ جلسے منعقد کریں۔ تو میں ان اساتذہ اور طلباء سے ان جلسوں کو کامیاب بنانے میں بہت کچھ مدد لے سکتا ہوں پس احباب مجھے ابھی سے اطلاع دیں۔ کہ وُہ ان تین ماہ میں کس تاریخ کو جلسہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تا میں مشورہ کرنے کے بعد قبل از وقت پروگرام مرتب کر کے مقررین کو تیاری کرنے کے لئے مناسب ہدایات دیدوں اس موقعہ کو احباب غنیمت سمجھیں۔ اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں (ناظر دعوۃ و تبلیغ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ | جلد ۲۲

سرخپوشوں کے متعلق ہندوؤں کا افسوسناک رویہ

حکومت سے سرخپوشوں کے متعلق درخواست

کانگرس نے اس بات کا اعلان کر کے کہ صوبۂ سرحد کی سرخپوشوں کی تحریک اس سے وابستہ رہی ہے۔ اس بات کا کھلم کھلا اعتراف کر لیا ہے۔ کہ یہ تحریک کانگرس کے منشاء اور اس کی خاص اغراض کے ماتحت شروع کی گئی تھی۔ اور جب اس میں در پردہ کانگرس کا ہاتھ کام کر رہا تھا۔ تو یہ بھی صاف بات ہے کہ اس کے متعلق جو بے دریغ روپیہ صرف کیا گیا وہ بھی کانگرس ہی مہیا کرتی رہی۔ اور حقیقت تو یہ ہے۔ کہ اسی روپیہ کے زور سے وہ بعض لوگوں کو اپنے قبضہ میں کر کے ان کے ذریعہ کچھ پرجوش سرحدی نوجوانوں کو قانون شکنی پر آمادہ کر سکی۔

اس سے کانگرس کی غرض یہ تھی۔ کہ ادھر تو مسلمانانِ سرحد کا حکومت سے تصادم کرا کر ایسی حالت پیدا کر دے۔ کہ اس نہایت اہم علاقہ کو جس میں مسلمانوں کو بہت بڑی اکثریت حاصل ہے اور جو سیاسیات ہند میں اپنا خاص اثر رکھتا ہے۔ مستقل صوبہ بننے اور نئی اصلاحات حاصل کرنے سے محروم رکھے۔ اور ادھر مسلمانانِ سرحد کو سول نافرمانی کی تحریک میں شامل کر کے کانگرس کی طاقت میں اضافہ کرے۔ اور حکومت پر زیادہ دباؤ ڈال کر اپنے مطالبات منظور کرا سکے۔ چونکہ حکومت بھی اس بات کی تہہ تک پہونچ چکی تھی اس لئے اس نے کانگرس کو ان دونوں پہلوؤں کے لحاظ سے ناکام رکھنے کے لئے نہایت دور اندیشی اور قوت سے کام لیا۔ ایک طرف تو اس نے فوری طور پر علاقہ سرحد کو مستقل صوبہ بنا کر نئی اصلاحات جاری کر دیں۔ اور دوسری طرف سرخپوشوں کی سرگرمیوں کو ہنگامی قوانین کے ذریعہ استحکام کے ساتھ روک دیا۔

آخر جب کانگرس کو حکومت کے مقابلہ میں کامل شکست ہو گئی۔ تو اس نے تمام خلاف قانون تحریکات کو ترک کر کے اور سول نافرمانی سے کلیۃً دست بردار ہو کر خود تو ان پابندیوں سے مخلصی حاصل کر لی۔ جو اس پر عائد کی گئی تھیں۔ لیکن سرخپوشوں کو نظر تغافل کر دیا۔ اور باوجود حکومت کے اس صاف۔ اور واضح اعلان کے۔ کہ گو سرخ پوشوں کی تحریک کو کانگرس کا جزو سمجھا گیا۔ لیکن اس جماعت کا اعمال نامہ ایسا ہے۔ کہ حکومت ان قوانین کو منسوخ نہیں کرنا چاہتی۔ جن کے رو سے اسے خلافِ آئین قرار دیا گیا ہے۔ کانگرس کو ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہ آیا۔ کہ جن لوگوں نے اس کے احکام کی تعمیل میں اپنے آپ کو مصائب میں ڈالا جن سے اس نے حکومت کو مرعوب کرنے کے لئے ایسی حرکات کرائیں۔ جو حکومت کی نگاہ میں تشدد کی حد کو پہونچ گئیں جنہیں اس کی وجہ سے نہایت ہی افسوسناک جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ ان کے مبتلائے آلام رہنے کی صورت میں کہاں تک مناسب ہے۔ کہ کانگرس حکومت کے آگے ناک رگڑ رگڑ کر اپنے لئے آسانیاں حاصل کرے۔ مگر اس بات کی کوئی پروا نہ کی گئی۔ اور نہ کسی رنگ میں یہ کوشش کی گئی۔ کہ سرخپوشوں کو خلاف قانون جماعت ہونے سے بری کرایا جائے یہی بات ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھی۔ جو کانگرس کے چکموں میں آ کر خلافِ آئین تحریکات میں شریک ہوئے۔ اور کانگرس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایسی حرکات کے مرتکب ہوئے۔ جنہیں تشدد قرار دے کر ان کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا گیا۔ لیکن حال میں اسمبلی کے اجلاس میں اس تحریک التواء کے متعلق جو ایک مسلمان ممبر نے سرخ پوشوں پر سے پابندیاں نہ اٹھانے کے خلاف بطور احتجاج پیش کی تھی۔ ہندو اور سکھ ممبروں نے جس قسم کا رویہ اختیار کیا۔ وہ نہایت ہی افسوسناک بلکہ شرمناک ہے۔ انہوں نے اس موقعہ پر یہ کہتے ہوئے ایک عجیب قسم کے سودے کی طرح ڈالی۔ کہ اگر مسلمان ممبر اس تحریک کی حمایت کرنے کا عہد کریں۔ جو ہندو اور سکھ ممبر سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا ۲۵ فیصدی حصہ مقرر کرنے پر گورنمنٹ کی مذمت کرنے کے لئے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ سرخپوشوں پر سے پابندیاں نہ ہٹائے جانے کے متعلق تحریک التواء کی حمایت کر سکتے ہیں۔ چونکہ یہ قطعی طور پر ناممکن تھا۔ کہ سالہا سال کی کوشش اور جد و جہد سے مسلمانوں کے جس مطالبہ کو جزوی طور پر منظور کیا گیا ہے۔ اسے مسترد کرانے کے لئے وہ ہندو اور سکھ ارکان کا ساتھ دیں۔ اس لئے ہندوؤں اور سکھوں نے سرخپوشوں پر سے پابندیاں نہ ہٹانے کے متعلق تحریک التواء کی تائید کرنے سے انکار کر دیا۔

اگر یہ تحریک التواء ہندو ممبروں کی تائید سے منظور بھی ہو جاتی تو بھی حکومت سرخپوشوں پر سے پابندیاں ہٹانے پر مجبور نہ ہوتی یہ صرف ان کے متعلق اس کے رویہ کے خلاف اظہار ناراضگی کا ایک مظاہرہ ہوتا۔ لیکن ہندو اتنی سی بات کے لئے بھی تیار نہ ہوئے اور اس طرح انہوں نے ثابت کر دیا۔ کہ ان کا عام مسلمانوں کے کسی حق کی تائید کرنا تو الگ رہا۔ وہ ان مسلمانوں کے ساتھ معمولی طور پر اظہارِ ہمدردی کرنے کے لئے بھی تیار نہیں جنہیں انہوں نے اپنے ہاتھوں مصائب و مشکلات میں ڈال رکھا ہے۔ ایسی حالت میں بھی اگر ان سرحدی مسلمانوں کی آنکھیں نہ کھلیں۔ جو ابھی تک اپنے آپ کو کانگرس سے وابستہ قرار دیتے۔ اور ہندوؤں کے آلہ کار بننے کی وجہ سے آلام میں گرفتار ہیں۔ تو پھر سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ وہ کب ہوش میں آئیں گے۔

اس موقعہ پر ہم حکومت کے متعلق بھی یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر سرخپوشوں نے آئین شکنی کے دوران میں کسی موقعہ پر تشدد سے کام لیا۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ اب جبکہ یہ لوگ قانون کے پابند رہنے کا اقرار کر رہے ہوں۔ انہیں آئینی آزادی نہ دی جائے۔ حکومت کانگرس کو بھی کئی مواقع پر تشدد کی حامی قرار دے چکی ہے۔ اور یہ بالکل درست ہے۔ کہ کانگرس نے قانون شکنی کے دوران میں کئی بار ایسے حالات پیدا کر دیئے۔ جن کے نتیجہ میں تشدد رونما ہوا۔ اور خود گاندھی جی کو اس کا اقرار کرنا پڑا۔ مگر باوجود اس کے جب حکومت نے کانگرس کو سول نافرمانی ترک کرنے پر ہنگامی پابندیوں سے آزاد کر دیا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ سرخپوشوں کے قانون شکنی سے دست بردار ہو جانے پر ان کو اتنی آزادی نہیں دی جاتی۔ جتنی کانگرس کو دی گئی ہے۔ اگر پابندیاں ہٹائے جانے کے بعد سرخپوشوں کا طرزِ عمل امن اور وقار حکومت کے خلاف ثابت ہو۔ تو حکومت ان کے متعلق قانونی کارروائی کر سکتی ہے۔ اور ایسی صورت میں ہر امن پسند اور پابند قانون کی تائید اسے حاصل ہو گی۔ لیکن موجودہ صورت میں مسلمان یہ کہہ سکتے ہیں کہ سرخپوشوں کو گمراہ کرنے والی کانگرس کو جن پابندیوں سے آزاد کر دیا گیا ہے ان کا سرخپوشوں کے لئے قائم رہنا موزوں نہیں ہے۔ اور حکومت کو جلد سے جلد اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے۔ سرخپوشوں پر اپنے سابقہ رویہ کی غلطی بہت کچھ واضح ہو چکی ہے۔ اور کانگرس کا آلہ کار بننے پر جو سبق انہیں حاصل ہوا ہے اسے وہ آئندہ اچھی طرح یاد رکھیں گے۔

نام نہاد مسلم قوم پرستوں کو ڈانٹ

لاہور کے چار پانچ غیر معروف سے مسلمان جنہیں ہندو اخبارات نے "قوم پرست" کا خطاب دیا ہے۔ گاندھی جی سے جب شرف ملاقات حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس پہونچے تو انہوں نے کانگرس سے اپنی وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے ہندو لیڈروں کے ناروا سلوک کا رونا رویا۔ اور اس کے ثبوت میں ایک مشہور کانگرسی لیڈر کے مضامین پیش کئے۔ گاندھی جی بجائے اس کے کہ ان کی اشک شوئی کرتے۔ ان کے سر ہو گئے۔ اور بالفاظ "پرتاپ" (۱۹ - جولائی) "انہیں ڈانٹ دی۔ اور کہا۔ میں نے سب کچھ دیکھ لیا ہے۔ لیکن میں مقامی جھگڑوں میں آنا نہیں چاہتا"

اس پر وہ قوم پرست مسلمان اپنا سا منہ لے کر آ گئے۔ دراصل جو لوگ اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کر کے دوسروں کی دہلیز پر ناصیہ فرسائی کریں۔ انہیں اس سے بہتر سلوک کی توقع بھی نہیں ہو سکتی:

چور گاندھی

حضرت کرشن جی پر دیگر شرمناک الزامات کے علاوہ چوری کا الزام ہندوؤں کی مقدس مذہبی کتب میں پڑھ کر حیرت ہوتی۔ لیکن گاندھی جی کو لاہور آنے پر انہیں اکاش کا دیوتا اور دنیا کا نجات دہندہ قرار دینے والے ہندو اخبارات نے جوش عقیدت سے چور کا خطاب دے کر ثابت کر دیا ہے کہ اس علمی زمانہ میں بھی ہندوؤں کی وہی ذہنیت ہے۔ جو دور جہالت میں تھی اور جن لوگوں کو وہ عزت کے بڑے سے بڑے مقام پر سمجھتے ہیں ان کے لئے اب بھی نادان عقیدت مند ثابت ہو رہے ہیں *

اخبار "پرتاپ" (۱۹ - جولائی) نے "زیور چور گاندھی" کے جلی عنوان سے ان سرگرمیوں کا ذکر کیا ہے۔ جو عورتوں اور لڑکیوں سے زیور اتارنے میں گاندھی جی نے دکھائیں۔ اور "ملاپ" (۱۷ - جولائی) نے "چور گاندھی" کے عنوان سے ان کی شان میں ایک قصیدہ شائع کیا ہے جس کا پہلا شعر ہے:۔

آیا ہے اس نگر میں پرسوں سے چور گاندھی
اور چور ہی نہیں ہے۔ ہے سینہ زور گاندھی

ممکن ہے۔ ہندو دھرم میں "چور" کو کوئی خاص درجہ حاصل ہو۔ اور گاندھی جی کو "چور" قرار دے کر ان کی عزت افزائی کی گئی ہو۔ لیکن معقولیت کی دنیا میں اسے سوائے مظاہرہ جہالت کے اور کچھ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ معلوم ہوتا ہے۔ اسی قسم کے عقیدت مندوں نے کرشن جی پر مکھن چرانے کا الزام لگایا۔ یا ننگی نہاتی ہوئی عورتوں کے کپڑے اٹھا کر لے جانے کا مرتکب قرار دیا:

ہر مسجد میں ہر فرقہ کے مسلمانوں کو عبادت کرنیکا حق ہے

مغلپورہ (لاہور) کی ایک مسجد سے ایک فریق کے دوسرے کو نکال دینے کا ذکر کرتا ہوا اخبار "زمیندار" (۲۰ - جولائی) لکھتا ہے

"مساجد مسلمانوں کے قلعے ہیں۔ ان کے کونسل گھر ہیں۔ جہاں فرائض پنجگانہ ادا کرنے کے علاوہ سنت نبوی کے مطابق تمام اسلامی مسائل کا بھی تصفیہ کیا جاتا ہے۔ جہاں ہر فرقہ اور ہر عقیدہ کے مسلمان پوری آزادی سے جمع ہو سکتے ہیں۔ اور کسی کو حق حاصل نہیں۔ کہ مسلمانوں کو مسجد میں داخل ہونے سے روکے۔ اور مسجد کا دروازہ محض ایک مخصوص جماعت کے لئے کھلا رکھے۔ اور باقی مسلمانوں پر بند کر دے۔ مسجد خدا کا گھر ہے۔ اور خدا کا گھر تمام مسلمانوں کا دارالامان ہے۔ مسجد کسی کی ذاتی جائداد قرار نہیں دی جا سکتی۔ خواہ وہ باہمی اعانت سے تعمیر کی گئی ہو۔ یا کسی ایک شخصیت کے روپیہ سے تیار کی گئی ہو"

یہ جو کچھ کہا گیا ہے۔ بالکل درست ہے۔ لیکن دعوے کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس پر عمل جماعت احمدیہ کے سوا اور کہیں نظر نہیں آتا۔ جہاں جہاں جماعت احمدیہ نے مسجدیں تعمیر کی ہیں۔ وہاں ہر فرقہ کے مسلمانوں کو کھلے بندوں عبادت کرنے کی اجازت ہے کاش مسلمان کم از کم اتنی رواداری تو سیکھیں۔ کہ خدا کے گھر میں خدا کی عبادت کرنے کے لئے جو داخل ہونا چاہے۔ اس کے رستہ میں حائل نہ ہوں

ایک ضروری سوال کا جواب

شیعوں اور اہلحدیثوں کی طرف سے مخلوط انتخاب یا نشستوں کی تخصیص کا مطالبہ ہونے پر چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ ہر اس فرقہ کے مسلمانوں کو جس کی دوسروں کے مقابلہ میں تعداد کم ہے اطمینان دلایا جاتا۔ کہ سیاسی معاملات میں ان کے ساتھ کسی قسم کی بے انصافی نہ کی جائے گی۔ لیکن ایسے ہوشمند اور دور اندیش مسلمان بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کی یہ کوشش ہے۔ کہ ہر فرقہ کے مسلمانوں کو مخلوط انتخاب یا اپنے لئے نشستوں کی تخصیص کا مطالبہ کرنے پر مجبور کر دیں۔ ایسے ہی ایک شخص نے اخبار "زمیندار" میں یہ "ضروری سوال" شائع کیا ہے۔ کہ کیا ایک احمدی مسلمان دوسرے مسلمانوں کا نمائندہ ہو سکتا ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے لکھا ہے:۔

"جب آپ ہم غیر احمدی پرستاران رسول اور کلمہ گویان اسلام کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ تو آپ کی جماعت کے کسی فرد کا کسی مسلم حلقہ کی طرف سے انتخابات میں ممبری کے لئے کھڑا ہونا خواہ وہ انتخابات کونسل اور اسمبلی کے ہوں یا ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل کمیٹی کے آپ کے اس عقیدہ کی توہین تو نہیں کرتے" (زمیندار ۲۰ - جولائی)

اس کا ایک جواب تو یہ ہے۔ کہ اگر مسلمانوں کے دوسرے فرقے ایک دوسرے کو کافر قرار دینے کے باوجود انتخابات میں ممبری کے لئے تمام مسلمانوں کے نمائندے بن کر کھڑے ہو سکتے ہیں۔ تو پھر احمدی کیوں کھڑے نہیں ہو سکتے۔ دوسرے یہ کہ اگر اختلاف عقیدہ کی وجہ سے کوئی احمدی سیاسی امور میں دوسرے مسلمانوں کا نمائندہ نہیں بن سکتا۔ تو پھر کسی غیر احمدی کو بھی یہ حق نہیں حاصل ہو سکتا۔ کہ وہ احمدیوں کا نمائندہ بن سکے۔ خواہ ان کی تعداد کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہو۔ اور اس طرح احمدی مجبور ہونگے۔ کہ اپنے لئے علیحدہ نشستوں کا مطالبہ کریں۔ کیا "زمیندار" میں نمودار ہونے والے صاحب کا یہ منشا ہے۔ کہ سیاسی اور ملکی معاملات میں بھی احمدی اور غیر احمدی متحد نہ ہوں۔ اگر یہی ہے۔ تو پہلے وہ اس خطرہ کا احساس کر لیں۔ جو شیعوں اور اہلحدیثوں کی طرف سے پیدا ہو چکا ہے اور پھر جماعت احمدیہ کی طرف متوجہ ہوں:

آداب مجلس کے متعلق ایک اسلامی حکم

گاندھی جی نے لاہور میں جن جلسوں میں شمولیت اختیار کی ان میں بے حد گڑبڑ مچی۔ اور دیکھنے والوں کا بیان ہے۔ کہ بدنظمی اور پراگندگی کا ایک طوفان تھا۔ جو ہر طرف نظر آتا تھا۔ اور ان لوگوں کی قابل افسوس حالت کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ جو سوراجیہ کا پیدائشی حق ہے کے دعویدار ہیں۔ اس قسم کی حالت دیکھ کر ہندو اخبارات نے ضرورت محسوس کی ہے۔ کہ ہندوؤں کو آداب مجلس سکھائیں۔ اخبار "ملاپ" (۱۸ - جولائی) اس بارہ میں سب سے ضروری نصیحت کرتا ہوا لکھتا ہے:۔

"بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ جلسہ میں ایک آدمی کوئی بات کہتا ہے۔ چار پانچ آدمی اسے شور مت کرو شور مت کرو کہتے ہیں۔ باقی آدمی ان کو شور مت کرو شور مت کرو کہتے ہیں۔ اور اس طرح جلسہ میں ہر طرف شور مچ جاتا ہے اس لئے مہربانی کر کے دوسرے کو شور کرتے دیکھ کر بھی آپ زبان نہ کھولئے۔ خاموش رہیئے۔ اور ہو سکے۔ تو اس آدمی کو اشارہ سے سمجھا دیجئے۔ نہیں تو چپ چاپ بیٹھے رہیئے"

فی الواقعہ مجالس میں خاموشی۔ اور انتظام قائم رکھنے کے لئے یہ نہایت ضروری امر ہے۔ اور اسلام میں دیگر آداب مجلس کے علاوہ اس کی بھی تلقین کی گئی ہے۔ چنانچہ حکم ہے۔ کہ خطبہ کے دوران میں بولنا منع ہے۔ اور اگر کسی سے کچھ کہنا ہو تو صرف اشارہ سے کہنا چاہیئے۔ زبان کھولنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے:

اس سے ظاہر ہے۔ اسلام ایسا کامل مذہب ہے۔ کہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق اس میں ضروری ہدایات موجود ہیں:

اسلام پر اعتراضات کے جواب

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حدیث ”ثلاث کذبات“

ابوالانبیاء صدیق انبیاء پر دروغگوئی کا الزام لگانے والوں کی تردید

(۳)

روائت کے لئے درائت ضروری ہے

نفس حدیث پر غور کرنے کے بعد راویوں کے متعلق بھی ایک نظر ڈالنی چاہیئے۔ عام طور پر بخاری کے راویوں کے متعلق محدثین ثقاہت کے قائل ہیں۔ لیکن اس کے ہرگز یہ معنے نہیں کہ حضرت امام بخاری یا صحیح بخاری کے رواۃ معصوم اور محفوظ عن الخطاء ہیں۔ خصوصاً جبکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ احادیث کی تدات میں اصل الفاظ محفوظ نہیں رکھے گئے۔ بلکہ راوی مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کیا کرتا تھا۔ اور یہ بیانات عرصہ دراز کے بعد حیطۂ تحریر میں لائے گئے۔ ظاہر ہے۔ کہ اس صورت میں کم و بیش فرق پیدا ہو جانا بالکل طبعی امر ہے۔ اسی بناء پر محدثین نے رواۃ کے ثقہ ہونے کے باوجود درائت کو ضروری قرار دیا ہے یعنے یہ دیکھنا بھی ضروری ہے۔ کہ آیا حدیث فی حد ذاتہٖ معقولیت کے کس مقام پر ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ نہایت نیک اور صالح صحابہ کی روائت کو درائت کے خلاف ہونے کے باعث رد کر دیا گیا۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں۔ ”روایات کی صحت و عدم صحت کا مدار ہمیشہ راویوں کے اعتبار و عدم اعتبار پر نہیں ہوتا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک واقعہ کی روائت جس سند سے بیان کی جاتی ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ اور قابل اعتبار ہوتے ہیں۔ لیکن واقعہ صحیح نہیں ہوتا۔ حدیث میں بھی اس کی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں۔“ (سیرۃ النعمان حصہ دوم صفحہ ۳۹)

احناف کے حوالے سے اخبار اہلحدیث کہتا ہے:۔

”حضرت انس اور ابوہریرہ کی نسبت لکھا ہے۔ دون الفقیہ کانس وابی ھریرۃ۔ یہ دونو غیر فقیہہ تھے“ (۱۹ر جنوری ۱۹۳۴ء)

مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:۔

”فقہا میں بعض اس بات کے قائل ہیں۔ کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کے سامنے جب اس مسئلہ کو آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کیا۔ تو عبداللہ بن عباس نے کہا۔ اگر یہ صحیح ہو۔ تو اس پانی کے پینے سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ جو آگ پر گرم کیا گیا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس حضرت ابوہریرہ کو ضعیف الروایت نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن چونکہ ان کے نزدیک یہ روائت درائت کے خلاف تھی۔ اس لئے انہوں نے تسلیم نہیں کی۔ اور یہ خیال کیا۔ کہ سمجھنے میں غلطی ہو گئی ہوگی۔“ (اہلحدیث ۲۲ر نومبر ۱۹۲۹ء)

حضرت ابوہریرہؓ کی درایت میں کمزوری

مضمون کے اس حصہ کے بہت زیادہ لمبا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ورنہ میں مختلف روایات پیش کر کے اچھی طرح واضح کر دیتا۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات کا بیشتر حصہ خصوصاً جبکہ وہ اجتہاد و استنباط سے تعلق رکھتا ہو۔ درست ثابت نہیں ہوا۔ اور خود محدثین اور نقادان روایت نے متفقہ طور پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو درائت میں کمزور تسلیم کیا ہے۔ بہرحال بیانات ماسبق سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہؓ کے متعلق یہ نظریہ بالعموم مسلم ہے۔ بلکہ خود صحابہ عقلی دلیل سے ان کی اس روائت کو رد کر دیا کرتے تھے۔ جو وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام سے بھی بیان کرتے تھے:۔

روائت درست نہیں

آیئے اب ”ثلاث کذبات“ والی روایت کے متعلق اس پہلو سے غور کریں۔ سو اگر ہم اس روائت کو حضرت ابوہریرہ رضی تک معتبر راویوں سے منقول شدہ تسلیم کرلیں۔ تو بھی یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔ کہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث ہے۔ اور خود بعض روایات میں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمودہ کا ذکر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ قرآن مجید کے اس ارشاد کے خلاف ہے۔ کہ انہ کان صدیقاً نبیا۔ عقل انسانی کے بھی مخالف ہے۔ جھوٹ بولنے کی جتنی بھی وجوہات ہو سکتی ہیں ان سب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دامن پاک ہے۔ پس یہ روائت خلاف معقول ہے۔ اور یہی امر اس روائت کے مصنوعی ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔

”ابن جوزی نے کہا ہے۔ کہ جس حدیث کو دیکھو۔ کہ عقل یا اصول مسلمہ کے خلاف ہے۔ تو جان لو۔ کہ وہ مصنوعی ہے۔ اس کی نسبت اس بحث کی ضرورت نہیں۔ کہ اس کے راوی معتبر ہیں۔ یا غیر معتبر“ (اخبار اہلحدیث ۲۲ر نومبر ۱۹۲۹ء)

علامہ رازی فرماتے ہیں:۔

”قال بعضھم ذالک القول عن ابراھیم علیہ السلام کذبۃ وروا فیہ حدیثاً عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما کذب ابراھیم الاثلاث کذبات قلت لبعضھم ھذا الحدیث لا ینبغی ان یقبل لان نسبۃ الکذب الی ابراھیم لاتجوز فقال ذالک الرجل فکیف یحکم بکذب الرواۃ العدول فقلت لما وقع التعارض بین نسبتہ الکذب الی الراوی وبین نسبتہ الی الخلیل علیہ السلام کان من المعلوم بالضرورۃ ان نسبتہ الی الراوی اولی“

یعنے بعض لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ کے بیان کو جھوٹ قرار دیا ہے اور اس بارہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایک روایت بھی بیان کی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ ابراہیمؑ نے صرف تین جھوٹ بولے ہیں۔ میں (علامہ رازی) نے ان لوگوں میں سے ایک سے کہا۔ کہ یہ حدیث قبول کرنے کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف جھوٹ منسوب کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ عادل راویوں کے جھوٹ کا بھی کیسے حکم لگایا جاسکتا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ جب تعارض اس امر میں پیدا ہو گیا۔ کہ جھوٹ کی نسبت راوی کی طرف کی جائے۔ یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف۔ تو یہ یقینی طور پر معلوم ہے۔ کہ جھوٹ کو راوی کی طرف منسوب کرنا ہی بہتر ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۱۴۵)

بہر صورت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام صدیقی کو مدنظر رکھ کر ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ اس کذب کی (جو اس روائت میں مذکور ہے) نسبت صرف راوی کی طرف کرے۔ ورنہ سلب ایمان کا خطرہ ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ لوگ جو جمہور کے خیال سے یا صحیح بخاری کے احترام سے یا حدیث کی پچ کے لحاظ سے اس حدیث کے تسلیم پر مصر ہوئے ہیں۔ ان کو بھی بجز تاویل کے چارہ نہیں رہا۔ گویا درحقیقت حدیث کے ظاہری الفاظ کو کوئی بھی صحیح نہیں مان سکتا۔ ہاں میں اس جگہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو مستثنٰی کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ روائت ثلاث کذبات کے عشق میں اگر پنجابی طریقہ پر نہیں۔ تو ”لکھنوی طرز“ پر ضرور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد و استنباط کے متعلق ہم مجملاً اشارہ کر چکے ہیں۔ اب اس پر چار باتوں کا اور اضافہ کیا جاتا ہے۔ جن سے قارئین کرام خود بخود ایک واضح نتیجہ تک پہنچ جائیں گے۔

محل کلام

(۱) حدیث مروی کے الفاظ ہیں۔ لم یکذب ابراھیم الا ثلاث کذبات۔ نہیں جھوٹ بولا ابراہیمؑ نے مگر تین مرتبہ

ہر شخص جسے ذوق سلیم دیا گیا ہے۔ جانتا ہے۔ کہ یہ اسلوب بیان صرف اس موقعہ پر ہی استعمال ہو سکتا ہے۔ جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بہت سے جھوٹ منسوب کئے جاتے ہوں اور قائل کا منشاء یہ ہو۔ کہ ان سب کی تردید کر کے بعض کا اثبات کرے۔ اسلوب بیان اس حقیقت پر صاف دلالت کر رہا ہے۔ لیکن الفاظ حدیث سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ وہ کونسے لوگ تھے۔ جن کی تردید کرنا دراصل اس حدیث کا منشاء ہے۔ اس کے لئے ہمیں راوی حدیث کے متعلق مزید تحقیق کرنی چاہیئے۔

حضرت ابوہریرہ کا یہود و نصاریٰ سے خلا ملا

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پیشتر عیسائی مذہب رکھتے تھے۔ ان کی والدہ ماجدہ عرصہ دراز تک نصرانیت پر مصر رہیں۔ آخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے اسلام میں داخل ہوئیں۔ اب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اپنی مندرجہ ذیل روایات قابل توجہ ہیں۔ (الف) ان الناس یقولون اکثر ابوھریرۃ لوگ یعنے صحابہ کہتے ہیں۔ کہ ابوہریرہ بہت روایات بیان کرتے رہتے ہیں۔ (بخاری جزو الاول) (ب) حفظت من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعائین فاما احدھما فبثثتہ واما الآخر فلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دو برتن احادیث کے محفوظ کئے ہیں۔ ایک حصہ تو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا ہے۔ لیکن اگر دوسرا حصہ بیان کر دوں۔ تو مجھے جان سے مار دیا جائے۔ (بخاری) گویا صحابہ کرام تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی موجودہ روایات پر ہی تعجب وحیرت کا اظہار کرتے تھے۔ لیکن آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دوسرا حصہ احادیث نبویہ کا میرے پاس ایسا ہے۔ جسے میں جان کے خوف کے مارے ظاہر نہیں کر سکتا یقیناً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا دوسرا بیان ان کی روایات کی شان کو خطرناک صدمہ پہنچا رہا ہے۔ جیسا کہ اول الذکر بیان بھی بہت حد تک ان کی بیان کردہ روایات میں تامل وتدبر چاہتا ہے۔

ان تمام باتوں پر طرہ یہ ہے۔ کہ اسلام لانے کے بعد بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا خلا ملا یہود و نصاریٰ سے باقاعدہ طور پر ثابت ہے۔ حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب الادب المفرد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول یوں درج فرمایا ہے ما سمع بی یھودی ولا نصرانی الا احبنی "یعنے ہر یہودی اور عیسائی جس نے میرے متعلق سنا۔ یا اسے میرے ساتھ تعارف ہوا۔ اس نے مجھ سے محبت کی (الادب المفرد صفحہ)

ناظرین کرام! یہ سادہ سے الفاظ بہت بڑی حقیقت پر مشتمل ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دوست رکھنا کچھ معنے رکھتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام ایسے عالم اور نیک انسان کو محض اسلام لانے کی پاداش میں یہودی اپنی آنکھوں میں خار سمجھتے تھے۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ بلکہ خود فخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کو یہودی اور عیسائی بغض اور عداوت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ پھر یہ کیا راز ہے۔ کہ وہی عیسائی اور یہودی جنہیں سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے؟ آخر کیوں؟ میں صاف کہنا چاہتا ہوں۔ اس کا سبب صرف یہ تھا۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی مومنانہ صاف دلی کے ماتحت یہود و نصاریٰ کی باتوں کو بشوق سنا کرتے تھے۔ اور چونکہ اجتہاد اور استنباط میں باریک بینی نہ رکھتے تھے۔ اس لئے ہوشیار یہودی اور عیسائی اسلام کی بڑھتی ہوئی رو اس کی خیرہ کن تابناکی اور دینی۔ اخلاقی۔ اور تمدنی اصلاحات کی بے نظیر سرعت میں رخنہ اندازی کے لئے بعض بیہودہ روایات کو رواج دینا چاہتے تھے۔ جو اگر آج نہیں تو کل اسلام کے عالیشان محل میں خرابی کا موجب ثابت ہوں۔ اور انہوں نے خیال کیا تھا۔ کہ اس کارروائی کے لئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بہترین آلہ ہیں چنانچہ وہ ان سے محبت کرتے تھے۔ اور اہل کتاب ہونے کی حیثیت میں بعض روایات ذکر کر دیتے تھے۔ جن میں سے بعض فی الواقع اسلام کے مغز کے خلاف اور اس کے لئے خطرناک ثابت ہوئیں بے شک سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک پاکباز انسان تھے۔ مگر نقاد فن روایت ہرگز نہ تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ روایات جن پر یہود و نصاریٰ نے اسلام کی تکذیب وتنقیص کا مدار رکھا ہے ان کا بیشتر حصہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے منقول ہے۔ جسکی وجہ ان کی طہارت قلبی اور یہود و نصاریٰ کی شرارت تھی۔

یہود و نصاریٰ کا عقیدہ حضرت ابراہیمؑ کے متعلق

(۳) یہودی اور عیسائی دونوں قومیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کذب بیانی کا عقیدہ رکھتی ہیں۔ اور عیسائیوں کا تو اس میں خاص مقصد ہے۔ یہودیوں کی دیگر روایات کو چھوڑ کر تورات میں بھی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بہن کہنے کا قصہ داخل کیا گیا ہے۔ جس کا اصلی مقصد صرف یہ ہے۔ کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو لونڈی ثابت کیا جائے۔ تاکہ یہ کہا جا سکے۔ کہ "لونڈی کا بیٹا آزاد کے بیٹے کے ساتھ ہرگز وارث نہ ہو گا۔" حالانکہ یہ قصہ ہی سراسر باطل ہے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا لونڈی ہونا ہرگز ثابت نہیں۔ اور یوں اگر اس قصہ کو تسلیم کیا جائے۔ تب بھی فرعون مصر کا اتنے بڑے معجزہ کو دیکھ کر ایک معمولی لونڈی پیش کرنا معقول نظر نہیں آتا۔ بلکہ معقول بات یہی ہے۔ کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نہایت اعلیٰ خاندان بلکہ خود فرعون مصر کی بیٹی تھیں۔ جیسا کہ تورات کا ایک یہودی مفسر ابن تسلوم لکھتا ہے۔ "ہاجرہ فرعون کی بیٹی تھی۔ فرعون نے جب سارہ کی کرامت دیکھی۔ تو کہا اس کے گھر میں لونڈی بنکر رہنا دوسرے کے گھر میں بی بی بنکر رہنے سے بہتر ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بڑی بیوی ہونے کی حیثیت سے وہ سارہ کی خدمتگذار تھیں۔"

(پیدائش ۱۶ بحوالہ ارض القرآن جلد ۲)

ہمیں اس جگہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے فرعون مصر کی بیٹی ہونے پر بحث کرنا مطلوب نہیں۔ بلکہ صرف یہ دکھانا ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ کا کذب ابراہیم کی روایت کے اختراع کرنے سے جو مقصد تھا۔ حضرت ابوہریرہ نے نہایت سادگی سے اسے پورا کر دیا۔ چنانچہ دیکھ لیجئے۔ کہ وہ کس وضاحت سے سارا قصہ بیان کرتے ہوئے اخدمھا ھاجر کا دو مرتبہ اعادہ کرتے ہیں۔ اور اخیر پر لکھا ہے۔ قال ابوھریرۃ تلک امکم یا بنی ماء السماء ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یہی ہاجرہ (لونڈی) تمہاری والدہ ہے۔ اے عرب کے لوگو!

گویا اس قصہ کی جان صرف یہ ہے۔ کہ اہل عرب لونڈی زادے قرار دیئے جائیں۔ خبیث یہود اور گندہ فطرت عیسائی اس طریقہ سے سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنا چاہتے اور آپ کی نبوت کو باطل قرار دینا چاہتے تھے۔ نہایت ہی افسوس ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت نے ان یہود ونصاریٰ کے مقصد کو پورا کرنے میں مدد دی۔ جو بظاہر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے۔ مگر دراصل اسلام کی جڑھوں پر تبر رکھنا چاہتے تھے۔

خلاصہ یوں ہے۔ کہ بیان روایت اور الفاظ روایت صاف بتاتے ہیں۔ کہ یہ یہودی ونصرانی روایات کے تاثر کا نتیجہ ہیں۔ اور یہ معلوم ہی ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے عیسائی مذہب کے معتقد تھے۔

جھوٹ بولنے کا عقدہ کب کھلا

(۴) چوتھی بات اس جگہ قابل غور یہ ہے۔ کہ روایت مذکورہ میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو دو جھوٹ قرآن مجید کے حوالہ سے بیان کئے گئے ہیں۔ اور جن کے متعلق ہم بحث کر چکے ہیں۔ وہ سورۃ الصافات اور سورۃ الانبیا کی آیات ہیں۔ اور یہ دونوں سورتیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی میں نازل ہوئیں۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدنی زندگی میں مسلمان ہوئے۔ اب کس قدر حیرت کی بات ہے۔ کہ سورہ الصافات اور سورہ الانبیاء کے نزول پر سالہا سال گذر جاتے ہیں۔ لیکن اکابر صحابہ میں سے کوئی اس امر پر آگاہ نہیں ہوتا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی رو سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو جھوٹ ثابت کئے تھے۔ یہ عقدہ صرف مدنی زندگی میں اور وہ بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر کھولا جاتا ہے۔ کیوں! ایسی اہم اور خطرناک روایت کے متعلق یہ امور یقیناً اس کو پایہٴ اعتبار سے گرانے والے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مثال

میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ جو شخص بھی اس سلسلہ مضمون کو پڑھے گا۔ وہ یقیناً پکار اٹھے گا۔ کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق "ثلاث کذبات" ہرگز آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم کے فرمودہ نہیں۔ بلکہ سراسر موضوع اور جھوٹ ہے۔ اگر تابعین و تبع تابعین راویوں میں سے کسی کا افترا نہیں تو یقیناً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی خطرناک غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ خدا کے راستباز انبیاء کبھی جھوٹ کا ارتکاب نہیں کر سکتے۔ اور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام تو ان میں سے بھی ایک غیر معمولی شان رکھنے والے نبی ہیں۔

ہم نہایت ہی وثوق سے ہر اس بیان کو جھوٹا سمجھتے ہیں جس میں صدیق اعظم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جھوٹا قرار دیا گیا ہمارے زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ابراہیم کے خطاب سے یاد فرمایا۔ آپ ابراہیمی صفات کا نمونہ تھے۔ آپ پر سخت سے سخت خطرناک حالات بھی آئے۔ بظاہر سچ بولنے میں غیر معمولی خطرات نظر آتے تھے۔ مالی نقصانات قید و بند اور پھانسی تک نوبت پہنچ سکتی تھی۔ مگر خدا تعالےٰ کا یہ ابراہیم نہایت ثابت قدمی سے صدق پر گامزن رہا۔ دشمنوں کی دھمکیاں اور اپنوں کے توہمات اس کے پایۂ ثبات میں ذرا بھی جنبش پیدا نہ کر سکے۔ اس نے علی الاعلان کہا۔

"تم کوئی عیب افترا یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے۔ تا تم یہ خیال کرو۔ کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افترا کا عادی ہے۔ یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہو گا۔ کون تم میں ہے۔ جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے۔ کہ اس نے ابتدا سے مجھے تقوےٰ پر قائم رکھا۔ اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے"۔

(تذکرۃ الشہادتین)

غرض جماعت احمدیہ ہرگز باور نہیں کر سکتی۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ تو بڑی بات ہے۔ ایک جھوٹ بھی بولا ہو۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جو مظہر اس زمانہ میں ظاہر ہوا۔ اس کی زندگی کا ہر لمحہ اس قسم کی روایت کی کھلی تکذیب کر رہا ہے۔

پس سچ یہی ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہایت ہی راستباز نبی تھے۔ ان سے کذب کا امکان بھی نہ تھا۔ کذب بیانی بزدل اور منافق کا شیوہ ہے۔ اور نبی تو شجاعت کے مجسمے ہوتے ہیں ؎

کجا غوغائے شاں بر خاطر من وحشتے آرد
کہ صادق بزدے نبود و گر بلند قیامت را

خاکسار

ابو العطاء اللہ دتا جالندھری

از حیفا فلسطین

اسلام میں مسئلہ زکوٰۃ کی اہمیت

زکوٰۃ اسلام کا ایک رکن ہے

عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ کہ مسئلہ زکوٰۃ کی اہمیت کما حقہ محسوس نہیں کی جاتی۔ اور اس وجہ سے اس کی ادائیگی کا بھی پوری طرح خیال نہیں رکھا جاتا۔ حالانکہ زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے ایک بڑا رکن ہے۔ اور جس طرح دیگر ارکان میں سے کسی ایک کا تارک مجرم اور گنہگار ہے۔ اسی طرح ایسا شخص جس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ مگر وہ ادا نہیں کرتا۔ خدا کے نزدیک سخت مجرم اور گنہگار ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدا رسول اللّٰہ واقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان (بخاری کتاب الایمان) یعنے اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے اول لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کا اقرار۔ دوم نماز۔ سوم زکوٰۃ۔ چہارم بیت اللہ کا حج۔ پنجم ماہ رمضان کے روزے۔ اسلام جہاں حقوق اللہ یعنے خدا تعالیٰ کی عبادت کو ہماری روحانی ترقی کے لئے ضروری قرار دیتا ہے۔ وہاں حقوق العباد یعنے بنی نوع انسان کے جو حقوق ہمارے ذمے عائد ہوتے ہیں۔ ان کی ادائیگی پر بھی زور دیتا ہے۔ اور زکوٰۃ حقوق اللہ میں شامل ہونے کے علاوہ حقوق العباد کا ایک نہایت اہم جزو ہے۔ پس اس کی اہمیت کو نظر انداز کرنا عند اللہ بہت بڑا جرم ہے۔

زکوٰۃ سے مال بڑھتا اور پاک ہوتا ہے

زکوٰۃ کے معنی بڑھنے اور پاکیزگی کے ہیں۔ اور زکوٰۃ کو زکوٰۃ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ اس سے مال بڑھتا۔ اور پاک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ما اتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللّٰہ فاولئک ھم المضعفون (سورہ روم ع ۴) یعنے جو زکوٰۃ بھی تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے دو۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ وہ (اپنے مالوں کو کم نہیں کرتے۔ بلکہ) بڑھاتے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان اللّٰہ لم یفرض الزکوٰۃ الا لیطیب ما بقی من اموالکم (مشکوٰۃ) یعنے اللہ تعالےٰ نے زکوٰۃ فرض اس لئے فرض کی ہے۔ کہ تمہارے ان مالوں کو جن سے تم زکوٰۃ ادا کرتے ہو۔ پاکیزہ کرے۔

زکوٰۃ سے تزکیہ نفس ہوتا ہے

زکوٰۃ کا ایک اور بہت بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ اس سے تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا (سورہ توبہ ع ۱۳) یعنے اے رسول تو مومنوں سے ان کے اموال کی زکوٰۃ لے کر اس سے ان کے نفوس کی تطہیر اور تزکیہ کر

دراصل جب ایک انسان دیگر بنی نوع انسان کے لئے جذبہ ہمدردی کے ماتحت اپنے عزیز مال کا ایک حصہ دیتا ہے۔ تو اس سے اسے پاکیزہ اور حلال و طیب مال کے حصول کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک نیکی کرنے سے دوسری نیکی کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ اس کے علاوہ انسان بخل جیسی ناپاکی سے بھی محفوظ ہوتا ہے۔ پس زکوٰۃ جہاں مال کی ترقی اور اس کے پاک کرنے کا موجب ہے وہاں زکوٰۃ دینے والے کے نفس کی پاکیزگی کا باعث بھی ہے

زکوٰۃ نہ ادا کرنے میں دنیوی و اخروی نقصان

جس بانصاب مال سے زکوٰۃ ادا نہ کی جائے۔ اس میں خیر و برکت نہیں رہتی۔ بلکہ وہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ اور صاحب مال کے لئے دنیا و آخرت میں عذاب کا موجب بن جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ان اللّٰہ لا یحب من کان مختالا فخورا الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل ویکتمون ما اتاھم اللّٰہ من فضلہ واعتدنا للکافرین عذابا الیما (سورہ نساء ع ۵) یعنے اللہ تعالےٰ تکبر کرنے والے اور اترانے والے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ جو خود بھی بخل کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی بخل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے انہیں جو مال دیا ہوتا ہے۔ اسے دوسرے لوگوں سے چھپا کر رکھتے ہیں۔ (ایسے لوگ درحقیقت کافر نعمت ہوتے ہیں) اور ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے (سورہ آل عمران ع ۱۹) میں فرمایا۔ ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتاھم اللّٰہ من فضلہ ھو خیرا لھم بل ھو شر لھم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ یعنی جو لوگ خدا تعالےٰ کے دیئے ہوئے اس مال سے جو محض فضل کے طور پر انہیں دیا گیا ہے۔ دینے میں بخل کرتے ہیں۔ وہ اپنے حق میں اس کو بہتری کا موجب نہ سمجھ لیں۔ وہ ان کے لئے بہتری کا نہیں۔ بلکہ شر کا موجب ہے۔ جس مال کے دینے میں انہوں نے بخل کیا ہو گا۔ اسے طوق کی صورت میں قیامت کے روز ان کی گردنوں میں ڈالا جائیگا۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ جو لوگ بخل کی وجہ سے زکوٰۃ نہیں دیتے۔ اور یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ایسا کرنا ان کے لئے بہتری کا موجب ہو گا۔ وہ اس خیال میں سخت غلطی پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان کا مال دنیا میں بھی ان کے لئے شر یعنی دکھ اور مصیبت کا موجب ہوتا ہے۔ اور آخرت میں بھی عذاب کا باعث ہو گا۔

پھر سورہ توبہ ع۵ میں فرمایا۔ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔ یعنی جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔ اور اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں بتادو۔ کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یاد کرو اس دن کو جب اس مال کو گرم کرکے اس سے ان کی پیشانیوں۔ پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغ دیا جائے گا۔ اور انہیں کہا جائے گا کہ یہی وہ مال ہے جسے تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا اب اس کا مزا چکھو۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ما خالطت الزکوٰۃ مالا قط الا اھلکتہ (مشکوٰۃ) یعنی جس مال پر زکوٰۃ واجب ہو مگر ادا نہ کی جائے۔ زکوٰۃ کا حصہ اس میں ملا رہے۔ تو وہ دوسرے مال کو بھی تباہ و برباد کر دیگا

پس جو لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے ان کے مال کم ہو جائیں گے۔ یا یہ کہ نہ ادا کرنے سے ان کے مال بڑھ جائیں گے انہیں خوب یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ محض ان کے نفس کا دھوکہ اور شیطانی وسوسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا واللہ واسع علیم۔ (سورہ بقرہ ع ۳۷) یعنی فقر کے خوف سے زکوٰۃ دینے سے رکنا شیطانی خیال اور انتہائی بخل ہے اور زکوٰۃ دینا اللہ کی مغفرت اور فضل کا موجب ہے اس آیت کریمہ میں زکوٰۃ نہ دینے کا نام فحشاء (یعنی بڑا گناہ) رکھا گیا ہے۔

زکوٰۃ تمدنی مشکلات کا حل ہے

بعض لوگ زکوٰۃ کو چٹی خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ہماری تمدنی مشکلات کا حل ہے۔ جو خود خدائے تعالےٰ نے ہماری بہتری کے لئے تجویز فرمایا ہے۔ زکوٰۃ سوسائٹی کے اس طبقے کی طرف سے جسے اللہ تعالےٰ نے امیر اور صاحب ثروت بنایا ہے اپنے ان بھائیوں کی جو غریب اور محتاج ہیں امداد ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ توخذ من اغنیاءھم وترد علی فقراءھم (ترمذی ابواب الزکوٰۃ) یعنی زکوٰۃ امراء سے لے کر غربا کو دی جائے۔ پس یہ کس قدر ناشکری کا مقام ہوگا۔ اگر ہم اس طریق سے اپنے بیکس اور محتاج بھائیوں کی امداد نہ کریں۔

زکوٰۃ کی تاکید از حضرت اقدس مسیح موعودؑ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں " زکوٰۃ کیا ہے؟ یوخذ من الامراء ویرد الی الفقراء امراء سے لے کر فقراء کو دی جاتی ہے۔ اس میں اعلیٰ درجہ کی ہمدردی سکھائی گئی تھی اس طرح سے باہم گرم سرد ملنے سے مسلمان سنبھل جاتے ہیں۔ امراء پر فرض ہے کہ وہ ادا کریں اگر نہ بھی فرض ہوتی۔ تو بھی انسانی ہمدردی کا تقاضا تھا۔ کہ غرباء کی مدد کی جاسکے۔" (مجموعہ فتاویٰ احمدیہ جلد اول صفحہ ۱۶۸)

زکوٰۃ امام وقت کے حکم سے تقسیم ہونی چاہیئے

بعض احباب اپنے طور پر زکوٰۃ کا روپیہ غرباء میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ طریق درست نہیں۔ ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے ایک قومی بیت المال قائم کیا ہوا ہے۔ پس کسی احمدی کا یہ حق نہیں کہ وہ بطور خود زکوٰۃ کا روپیہ تقسیم کرے بلکہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ امام وقت کے ذریعہ تقسیم ہو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس بارے میں حسب ذیل ارشاد ہے۔ "عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا چاہیئے کہ زکوٰۃ دینے والا اسی جگہ (قادیان میں) اپنی زکوٰۃ بھیجے۔ اور ہر ایک شخص فضولیوں سے اپنے تئیں بچائے" (کشتی نوح صفحہ ۷۲)

زکوٰۃ کب واجب ہوتی ہے

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ من استفاد مالا فلا زکوٰۃ فیہ حتی یحول علیہ الحول۔ یعنی جو شخص مال کمائے اس پر ایک سال سے پہلے زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

سونے چاندی کے زیورات اور نقدی کی صورت میں روپیہ پر تب زکوٰۃ واجب ہوگی۔ جب مالک کے قبضہ میں آئے ان پر ایک سال گذر جائے اور اس کے بعد جب تک بقدر نصاب باقی رہیں۔ ہر سال ان پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

زکوٰۃ کا نصاب

زکوٰۃ کا نصاب نقدی کی صورت میں رائج الوقت سکہ کے ۵۰ روپے ہیں۔ جس شخص کے پاس ایک سال تک ۵۰ روپے رہیں اس پر چالیسواں حصہ یعنی سوا روپیہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اور اس حساب سے اڑھائی روپیہ فی سینکڑہ زکوٰۃ ادا کرنی چاہیئے۔ اور زیورات کی قیمت رائج نرخ کے مطابق لگا کر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا چاہیئے۔

زکوٰۃ زیورات کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا فرمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

(۱) جو زیور استعمال میں آتا ہے اس کی زکوٰۃ نہیں

(۲) اور جو رکھا رہتا ہے اور کبھی کبھی پہنا جائے اس کی زکوٰۃ دینی چاہیئے۔

(۳) جو زیور پہنا جائے اور کبھی کبھی غریب عورتوں کو استعمال کے لئے دیا جاوے بعض کا اس کی نسبت یہ فتویٰ ہے کہ اس کی زکوٰۃ نہیں۔

(۴) جو زیور پہنا جائے اور دوسروں کو استعمال کے لئے نہیں دیا جائے اس میں زکوٰۃ دینا بہتر ہے کہ وہ اپنے نفس کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ اس پر ہمارے گھر میں عمل کرتے ہیں اور ہر سال کے بعد اپنے موجودہ زیور کی زکوٰۃ دیتے ہیں۔

(۵) اور جو زیور کسی طرح رکھا جائے اس کی زکوٰۃ میں کسی کو بھی اختلاف نہیں (مجموعہ فتاویٰ احمدیہ جلد اول صفحہ ۱۶۸)

دوسری اشیاء مثلاً غلہ۔ چارپاؤں اور مال تجارت پر زکوٰۃ کا نصاب اور دیگر مسائل زکوٰۃ معلوم کرنے کے لئے رسالہ "مسائل زکوٰۃ" دفتر ناظر بیت المال (شعبہ زکوٰۃ) سے مفت مل سکتا ہے۔

نائب ناظر بیت المال شعبہ زکوٰۃ

زمیندار جماعتوں میں بیداری

جماعت احمدیہ بہراور:۔ کا بجٹ بوجہ ایک احمدی کے فوت ہو جانے کے کچھ کم ہو گیا تھا۔ مگر انسپکٹر بیت المال سید محمد علی شاہ صاحب کی رپورٹ ہے کہ اس سال بابو مہر علی صاحب نے اپنی آمدنی کی بھی وصیت کر کے اس بجٹ کو پچھلے سال سے زیادہ کر دیا۔ اور دوستوں نے بھی اپنی صحیح تشخیص کے ساتھ چندہ میں اضافے فرمائے۔ پچھلے سال کا بجٹ بھی اس جماعت نے پورا کر دیا تھا۔ بلکہ کچھ رقم زائد ہی ادا کی تھی۔

جماعت احمدیہ نور:۔ بہت ہی چھوٹی جماعت ہے اس میں صرف روزانہ کام کرنے والے مستری شامل ہیں۔ جس میں سے مستری امانت علی صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنی روزانہ آمدنی سے چندہ ادا کر دیا کریں گے۔ امید ہے کہ دوسرے دوست بھی اس طرح کیا کریں گے۔ اس جماعت میں پہلے جو بے قاعدگیاں تھیں۔ وہ بفضلہ تعالیٰ اب دور ہو گئی ہیں۔

جماعت آبنہ:۔ ضلع شیخوپورہ میں قریب چالیس

کے چندہ دہندگان ہیں۔ اور خدا کے فضل سے سب کے سب باشرح چندہ دینے والے ہیں۔ سید لال شاہ صاحب امیر و شیخ محمد حسین صاحب سکرٹری مال خاص کوشش سے کام کر رہے ہیں۔ اور پچھلے سال کا کوئی بقایا اپنی جماعت کے ذمہ نہیں رہنے دینا چاہتے۔ بعض شکر رنجیوں کے باعث کچھ دوست ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انسپکٹر بیت المال قریشی امیر احمد صاحب کی تحریک پر ایک فریق نے نہایت حوصلہ کے ساتھ دوسرے سے معافی مانگ کر معانقہ کیا۔ اور دونوں فریق جس طرح پہلے بھائی بھائی تھے۔ ویسے ہی پھر شیر و شکر ہو گئے۔ اور سکرٹری صاحب مال نے اس خوشی میں سب کی دعوت کی۔

جماعت احمدیہ ہانڈو ضلع لاہور چھوٹی سی جماعت ہے۔ مگر سب کے سب باشرح چندہ دینے والے ہیں۔ اور انہوں نے وعدہ کیا ہے۔ کہ پچھلے سال کا جو بقایا رہ گیا ہے۔ وہ اس سال اگست ستمبر تک انشاء اللہ ضرور ادا کر دیں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

ایک سو پانچ (۱۰۵) روپے پہنچ گئے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے شروع سال ۱۹۳۲ء میں ہر ایک احمدی کے لئے لازمی قرار دیا تھا۔ کہ وہ کم سے کم ایک پائی فی روپیہ ماہوار چندہ کشمیر علاوہ مرکزی چندوں کے ادا کرے جب تک کہ حضور اس چندہ کے بند کرنے کا اعلان نہ فرمائیں۔ اسے جاری رکھا جائے۔ اس ضمن میں حضور نے طالب علموں کے لئے بھی ارشاد فرمایا۔ کہ چندہ کشمیر اتنا خفیف اور ہلکا چندہ ہے۔ کہ اس میں طالب علم بھی آسانی سے باقاعدہ ماہوار شامل ہو سکتے ہیں۔ حال میں مکرمی چودہری مشتاق احمد صاحب باجوہ طالب علم بی۔ اے نے بتایا۔ کہ میں اپنے ذاتی کام کے لئے سفر کر رہا ہوں۔ اس میں کشمیری مسلمانوں کی امداد کے لئے بھی چندہ جمع کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے مبلغ ۱۰۵ روپے کی رقم بذریعہ بیمہ ارسال کر دی ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ چودہری صاحب کا بہت بہت شکریہ ادا کرتے ہوئے ان سے اور دوسرے طلباء سے درخواست کی جاتی ہے۔ کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل میں نہ صرف چندہ کشمیر باقاعدہ اور باشرح ادا کریں۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں سے بھی چندہ کشمیر اور چندہ تعلیم وصول کرنے میں خاص توجہ فرمائیں۔ چودہری صاحب موصوف نے اطلاع دی ہے کہ وہ تحصیل چندہ کشمیر کے کام کو جاری رکھیں گے۔ احمدی احباب سے درخواست ہے۔ کہ وہ ان کے ساتھ تعاون فرمائیں۔ اگر طالب علم مصمم ارادہ کر لیں۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ رخصتوں کے ایام میں بہت سا چندہ فراہم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکیں گے۔

فنانشل سکرٹری کشمیر ریلیف فنڈ قادیان

مغربی افریقہ میں تبلیغ اسلام

نہایت کامیاب یوم التبلیغ ۔ احمدیہ مشن کا استحکام

عید الاضحیٰ

۲۶ مارچ کو عید الاضحیٰ منائی گئی۔ عید الفطر کے موقعہ پر بیرونجات سے احباب کو سالٹ پانڈ بلایا گیا تھا۔ مگر اس میں ایک نقص تھا۔ کہ غرباء جو اخراجات سفر برداشت نہیں کر سکتے تھے شامل نہ ہو سکے۔ پھر بچے اور عورتیں بھی کثرت کے ساتھ پیچھے رہ گئی تھیں۔ اس لئے اب کے میں نے سوائے ان لوگوں کے جو سالٹ پانڈ سے اس قدر قریب تھے۔ کہ آسانی سے شریک ہو سکتے تھے۔ دور کے احباب کو اس جگہ نہیں بلایا تھا۔ بلکہ ایک اور تجویز پر عمل کیا۔ اور وہ یہ کہ سکول کے سینئر طلباء کو میں نے ایک خطبہ لکھا دیا۔ بلکہ حفظ کرا دیا اور جب عید کا موقعہ آیا۔ تو ۳۰ کے قریب طلباء کو باہر بھیج دیا۔ تاکہ مختلف دیہات میں جا کر نماز عید پڑھائیں۔ ایک دوسرے سے قریب کے گاؤں کے لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے۔ اور ان طلباء نے نماز پڑھا کر میرا یاد کیا ہوا خطبہ سنا دیا۔ اس طرح گو لوگ میرے پاس نہ آئے۔ مگر قریباً قریباً سب نے میرا خطبہ سن لیا۔ اور اس طرح ہم نے عید کی نماز اکٹھی ادا کی۔

یوم التبلیغ

بدقسمتی سے اس سال ہم یوم النبیؐ نہیں منا سکے۔ کیونکہ "الفضل" اتنی دیر سے ہمیں پہنچا۔ کہ اس وقت اس دن کو منائے ہوئے بہت عرصہ گذر چکا تھا۔ اور ہم اس جگہ بعض ایسی تقریبوں میں مشغول تھے۔ کہ اس کا انتظام نہ ہو سکتا تھا۔ دوسرے یوم التبلیغ کی اطلاع براہ راست ہمیں کوئی نہ آئی تھی۔ بلکہ اس کا علم اخبار ہی سے ہوا۔ اور اس وقت جبکہ اس تقریب کو منائے ہوئے کافی عرصہ گذر چکا تھا۔ مگر میں نے اس موقعہ کو یونہی نہ جانے دیا۔ اور ۸ اپریل کا دن اس کے واسطے مقرر کر کے احباب کو اطلاعیں بھیج دیں۔ اور اس تحریک کی اہمیت کو جتلانے کے واسطے دستی پریس پر اڑھائی صد کے قریب چٹھیاں چھاپ کر جماعتوں اور افراد کو بھیجیں۔ نائیجیریا اور سیرالیون میں بھی اطلاع کر دی علاوہ تحریری تاکید کے جب لڑکوں کو عید کی نماز پڑھانے کے واسطے باہر بھیجا۔ تو زبانی بھی تاکید کر دی۔ چنانچہ جہاں تک معلوم ہوا ہے۔ ہر ایک دوست نے نہایت محنت اور شوق کے ساتھ اس مقدس فریضہ کی بجا آوری میں حصہ لیا۔ جو اطلاعیں آئی ہیں۔ ان میں ایسی رپورٹوں کو الگ کر کے جن میں یہ لکھا ہے۔ کہ سارے گاؤں کو تبلیغ کی گئی۔ گیارہ ہزار چار سو چونسٹھ نفوس کو انفرادی گفتگو اور لیکچروں کے ذریعہ پیغام حق پہنچایا گیا۔ میں نے خود سالٹ پانڈ میں لیکچر دیا۔

تقسیم لٹریچر

اس کے علاوہ میں نے یہاں کے ۳۰۰ پمفلٹ مختلف لوگوں کو بذریعہ ڈاک بھیجے۔ جن لوگوں کو یہ پمفلٹ بھیجے گئے۔ ان میں سے بعض کے خطوط مزید تفصیلات معلوم کرنے کے لئے آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس بیج کو بڑھائے۔ اور اس سے ایسے درخت پیدا ہوں۔ جو اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء کے مصداق بنکر تؤتی اکلھا کل حین ثابت ہوں۔

تبلیغی دورہ

مجھے یہاں آئے ہوئے ایک سال دو ماہ ہو گئے ہیں۔ اس عرصہ میں گو میں اکثر جماعتوں کے معائنہ کے لئے گیا۔ مگر خاص منظم دورہ اس سے پہلے میں نہیں کر سکا۔ کیونکہ میری توجہ زیادہ تر سکول کو اس کے گذشتہ سٹینڈرڈ پر لانے میں لگی رہی۔ سکول کی حالت اگر خراب ہو جائے۔ تو گرانٹ کم ہو جاتی ہے۔ اور جتنی گرانٹ کم ہو اتنا ہی مشن پر مالی بوجھ زیادہ ہو جاتا ہے۔ ۱۰ اپریل کو سکول کا معائنہ ہو جانے کے بعد اس بارے گونہ فارغ ہوا اور میں نے جماعتوں کے اندر دورہ کرنے کا انتظام کیا۔ چنانچہ مختلف مقامات پر نزدیک نزدیک کے احباب کو بلا کر میں نے گذشتہ ایام میں قریباً دو ہزار احباب جماعت سے ملاقاتیں کیں۔ اس علاقہ میں لوگوں کے اکٹھا کرنے میں ہمیں کئی مشکلات ہیں۔ بوجہ زمیندارہ کام کے لوگ اکثر حصہ اپنے ایام کا ان مقامات پر بسر کرتے ہیں۔ جہاں ان کے کوکو کے باغات ہوتے ہیں۔ اور جو ان کی جائے رہائش سے بہت دور واقع ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا جمع کرنا بڑا مشکل امر ہے۔ بعض جگہیں ایسی ہیں۔ کہ وہاں جب تک کافی خرچ کر کے پیغامبر نہ بھیجا جائے بعض اوقات مہینوں پیغام نہیں بھیجا جا سکتا۔ اس لئے سب جماعتوں کے سارے سارے احباب کا اکٹھا ہونا محالات سے تھا۔ بالخصوص جبکہ میں نے معائنہ کی اطلاعیں بعض مقامات پر اپنے وہاں پہنچنے سے صرف چند ہی دن پہلے بھیجی تھیں۔

ہر مقام پر علاوہ جماعت کے دوستوں کو وعظ و نصائح کرنے اور مسائل دینیہ سمجھانے کے پبلک لیکچر بھی دئے گئے۔ جن میں اسلام کی عام خوبیاں بیان کر کے لوگوں کو قبول کرنے کے لئے دعوت دی گئی۔ ہر جگہ کے امیر قریہ نے خود لیکچر کا اعلان کیا۔ اور مع اپنے اکابر کے لیکچروں میں آتا رہا۔ دو مقامات عباسا Abasa اور گوموا مانسو Gomoa Manso پر تو عیسائی گرجوں کے عین دروازوں پر کھڑے ہو کر کسر صلیب کی۔ اور خوب مزا آیا۔ موخر الذکر جگہ اپنے حلقہ میں ایسی ہے کہ عیسائیت کا جھنڈا سب سے پہلے اسی جگہ لگایا گیا تھا۔ اور بڑا مسیحی مرکز ہے گاؤں بھی بڑا ہے۔ اور سارے کا سارا عیسائی۔ میرا اس جگہ جانے کا ارادہ نہ تھا۔ مگر جب مجھے وہاں پر عیسائیت کے زور شور کا علم ہوا۔ تو میں نے دوسری جگہ جانا ملتوی کر کے اس جگہ جانا منظور کر لیا۔ ہم وہاں ایسے وقت پر پہنچے۔ جبکہ عیسائی لوگ گرجا سے نکل رہے تھے۔ سب کے سب مرد اور عورتیں وہیں ٹھہر گئے۔ اور خوب توجہ سے لیکچر سنتے رہے۔ ان کے منّاد Catechist نے بعد میں سوالات کے ذریعہ اپنی خفت مٹانا چاہی۔ مگر کاسر صلیب کے غلام کے مقابلہ میں عابد صلیب کی کیا حقیقت تھی۔

اس جگہ سے ہمیں اباکوا (Obakwaa) جانا تھا۔ جسے یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ۱۹۳۵ء میں وہاں پر میں نے اپنے ہاتھ سے علاقہ گولڈ کوسٹ کی سب سے بڑی اور خوبصورت مسجد کا افتتاح کیا تھا۔ سارے کا سارا گاؤں احمدی ہے۔ وہاں جا کر مجھے خاص لطف حاصل ہوتا ہے۔ گو اس جگہ موٹر نہیں پہنچتی اور ایک حصہ سفر کا پیدل طے کرنا ہوتا ہے مگر وہاں پہنچ کر حلقہ عزیزاں میں بیٹھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔ جس جگہ موٹر چھوڑی گئی۔ وہاں کے مسیحی منّاد نے "سفید آدمی" کو اپنے گھر میں لے جا کر اس کی مہمان نوازی کو اپنے لئے باعث فخر سمجھا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ سامان نشست نکال کر بچھایا۔ اور ہماری موٹر اور ڈرائیور کو اپنے گھر میں جگہ دی۔ ہم نے اباکوا سے واپسی پر اس کی خدمت کرنے کا تہیہ کیا۔ چنانچہ دو دن کے بعد واپس ہو کر اس کو خوب تبلیغ کی۔ پھر گاؤں میں بھی لیکچر دیا۔ جہاں وہ موجود نہ تھا۔

استحکام مشن کی علامات

اس ذیل میں میں اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ دو واقعات کا ذکر کرتا ہوں۔ جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ اب ہمارا مشن اس ملک میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا مستحکم ہو گیا ہے۔ کہ حکومت اور پبلک دونو اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں۔ پہلا واقعہ یہ ہے کہ اس کالونی کی بلیو بک (Blue book) میں جو سرکاری ریکارڈ ہے۔ ہمارے مشن کا ذکر نہیں کیا جاتا تھا۔ میں نے ۱۹۲۶ء سے اس کے متعلق کوشش کرنا شروع کی۔ کہ اس میں ہمارے سلسلہ کے اعداد و شمار و دیگر ضروری باتیں شائع ہوں مگر ہر دفعہ گورنر صاحب کی طرف سے مجھے یہی جواب ملتا کہ مشنوں کی ذیل میں صرف عیسائی مشنوں کا ذکر ہی ہو گا۔ میں نے لنڈن میں کلونیل آفس میں بھی اس کے لئے کوشش کی۔ چنانچہ ۱۹۲۹ء میں ہندوستان کو جاتے ہوئے اور ۱۹۳۳ء میں افریقہ واپس آتے ہوئے محض اسی غرض سے میں لنڈن گیا۔ مگر وہاں بھی کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اب کے مجھے یونہی خیال آ گیا کہ پھر کوشش کر دیکھیں۔ چنانچہ میں نے ایک چٹھی گورنر صاحب کو لکھی وہاں سے فوراً جواب آیا کہ ضروری اطلاع بھیجو ۳۳-۱۹۳۲ء کی اشاعت میں شائع کر دی جائیگی میں نے فوراً انکو ضروری اطلاع بھیجدی۔ میں امید کرتا ہوں کہ خدا کے فضل سے یہ اطلاع چھپ جائیگی اور اس طرح ہمارے مشن کی شہرت کی ایک اور راہ پیدا ہو جائے گی۔

اسی ضمن میں مجھے ایک اور بڑی خوشی ہوئی کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری تعداد صرف گولڈ کوسٹ میں سولہ ہزار آٹھ صد چوبیس ہو گئی ہے۔ اللھم زد فزد

دوسرا امر جو اس ذیل میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اس قصبہ میں سولہ برس سے کوئی چیف نہ تھا۔ گذشتہ ماہ مئی میں اس جگہ چیف مقرر کیا گیا۔ جو خود تو کیتھولک فرقہ کا پیرو ہے۔ مگر چونکہ رعایا کئی مذاہب کی ہے اس لئے اس کو مسند نشینی سے پہلے تمام گرجوں میں لے جا کر پادریوں سے نصائح اور دعائیں کرائی گئیں۔ ہمارے پاس بھی اسے لائے۔ میں نے اول تو اس کو اور اس کے اکابر کو ان کی پالیسی اور طرز حکومت کے متعلق نصائح کیں۔ پھر قرآن کریم کا پہلا پارہ ہدیۃً پیش کیا۔ پھر اس کے لئے دعا کی۔ کئی صد لوگ اس کے ساتھ تھے۔ میری تقریر کو سب نے پسند کیا بلکہ کئی دنوں تک شہر میں اس کا چرچا رہا اور دیگر تمام تقاریر پر اس کی فوقیت کا اقرار کیا جاتا رہا۔ یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل ہوا۔ ورنہ من آنم کہ من دانم

جب میں اس جگہ پہلی دفعہ آیا۔ تو سب لوگوں نے ہماری مخالفت کی۔ یہاں تک کہ جب میں نے اپنی گرہ سے چند ایکڑ زمین خرید کر اس پر سکول کی عمارت بنائی اور دو ہزار پونڈ کے قریب اس پر خرچ کیا۔ تو ایک دن عمائدین شہر نے مجھے نوٹس دیدیا کہ یہ زمین ان لوگوں کی ہے ہی نہیں۔ جن سے خریدی گئی ہے۔ لہذا بے دخلی کا نوٹس دیا جاتا ہے۔ میں نے یہ سکول اپنے ساتھ اٹھا کر لے جانے کے لئے نہیں بنایا تھا۔ اس سے نہ صرف شہر کی اعلیٰ عمارتوں میں ایک اور عمارت کا اضافہ ہو کر شہر کی خوبصورتی میں ترقی ہوئی۔ کیونکہ سالٹ پانڈ کے سکولوں میں سے یہ بہترین عمارت ہے۔ بلکہ ایک مزید سکول کی ایزادی ہو کر شہر کے لئے ویسے بھی شہرت کا موجب ہوا تھا۔ اس لئے چاہیئے تو یہ تھا کہ لوگ میری امداد کرتے۔ مگر امداد تو در کنار جب میں بہت کچھ خرچ کر چکا۔ تو مجھے بے دخلی کا نوٹس دیدیا گیا۔ غرض وہ وقت تھا۔ جب لوگوں کو یہ بھی منظور نہ تھا۔ کہ ہم اپنے خرچ سے بھی کوئی چیز اس ملک میں حاصل کریں۔ مگر آج یہ دن ہے کہ وہی عمائد جو مجھے بے دخلی کا نوٹس دینے والے تھے۔ اپنے چیف کے ساتھ میرے سامنے اس عجز و نیاز کے ساتھ بیٹھے اور میرے پر زور اور تحدی سے بھرے ہوئے صداقت اسلام کے دلائل کو ایسی خاموشی سے سنا۔ کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ اور کئی دن تک اس بات کا شہر میں چرچا رہا فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

۲۴ مئی کو جو ملکہ وکٹوریا کی ولادت کا دن ہے۔ اس ملک میں رواج ہے کہ اس دن یونین جیک کو سلامی دینے کے بعد سکولوں کے بچے کچھ ڈرامے وغیرہ دکھاتے ہیں۔ ہمارے بچوں نے بھی حسب معمول اپنے سکول میں ڈرامے کئے۔ ہم نے صرف انہی لوگوں کو دعوتی رقعے بھیجے۔ مگر چیف والی اس کامیاب تقریب کی وجہ سے جو چند دن ہی پہلے ہوئی تھی۔ چیف اور اس کے ساتھ اس قدر لوگ ہمارے سکول میں آئے۔ کہ ہمارے لئے انتظام کرنا مشکل ہو گیا۔

سکول

سکول خدا تعالیٰ کے فضل سے ترقی کر رہا ہے۔ میری توجہ آج کل زیادہ تر تربیت کی طرف ہے اور اس کے لئے سختی سے کام لینا پڑتا ہے۔ مگر بحمد للہ ہر طرح تعلیمی اور اخلاقی اور روحانی ترقی ہو رہی ہے۔ سالانہ معائنہ ہو چکا ہے۔ انسپکٹر صاحب خوش گئے ہیں۔ اور ان کی رپورٹ کا خلاصہ یہ ہے۔

"The School has gained much of its lost ground - - - - - - - - a good feature of the School is the interest shown by the manager and teachers in their work

There is an air of enthusiasm about the place

یعنی سکول کی حالت بہت حد تک درست ہو چکی ہے۔ سکول کا ایک خاص دلچسپ پہلو یہ ہے کہ منیجر صاحب اور مدرسین اپنے کام میں دلچسپی لیتے ہیں اور ان کے اندر شوق کا جذبہ کام کر رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی دعائیں شامل حال رہیں۔ تو امید ہے کہ ہم ۹۵ فیصدی گرانٹ جلد ہی پھر حاصل کر سکیں گے۔ عام جماعت تعلیمی طور پر بھی ترقی کر رہی ہے۔ پہلے ہمارے چھ سکول تھے۔ اب مئی ۱۹۳۶ء سے ایک اور کھول کر تعداد سات تک پہنچ چکی ہے۔ یہ جماعت میں زندگی کی نشانی ہے۔ یہ سکول موضع اکوام کروم (Kwaman Krome) میں کھولا گیا۔ اللہ تعالیٰ بابرکت کرے۔

درس

ہر روز قرآن کریم۔ مشکوۃ۔ اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا درس دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حتی الوسع سکول میں دینیات کی تعلیم خود دیتا ہوں۔ سینیر طلباء کو قرآن کریم کا سبق روزانہ خود پڑھاتا ہوں۔ ایک نومسلم استاد کو روزانہ قرآن کریم پڑھاتا ہوں۔ ایک اعلیٰ دینیات کی کلاس کھولی ہوئی ہے۔ اس میں قرآن کریم کا ترجمہ۔ اور عربی پڑھاتا ہوں۔

روانگی نائیجریا

میرے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ میں چھ ماہ گولڈ کوسٹ میں اور چھ ماہ نائیجریا میں رہوں۔ امید ہے کہ جب تک یہ خط شائع ہو گا۔ میں انشاء اللہ نائیجیریا پہنچ چکا ہوں۔ وہاں میرا پتہ یہ ہو گا

F. R. Hakeem Ahmadiyya Movement
P. O. Box 727 Lagos (S. Nigeria) West Africa

لیگوس میں ہمارے جواں ہمت دوست امام Ajose (اجوسے) اور ان کے رفقاء مے کار محنت۔ اور تن دہی سے خدمت سلسلہ میں مصروف ہیں۔ جامع مسجد کے مقدمہ میں قریباً دو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح دی ہے۔ مقدمہ میں فتح یابی کا سہرا ہمارے قابل اور مخلص نوجوان جبرائیل مارٹن بیرسٹرایٹ لاء کے سر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مخلص کو بیش از بیش مواقع خدمت دین کے عطا کرے۔

نومبائعین

ایام زیر رپورٹ میں ۵۹ نفوس نے عاجز کے ہاتھ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی بیعت کی۔ اللہ تعالیٰ سب کو استقامت عطا فرمائے۔

درخواست دعا

میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور تمام احباب جماعت سے مغربی افریقہ کے تمام احمدی بھائیوں اور بہنوں اور سکولوں کے بچوں کے واسطے دعاؤں کی درخواست کرتا ہوں۔ ہم نے مشن ہوس کی عمارت کا کام شروع کیا ہوا ہے۔ پہلی منزل کی دیواریں چھت ڈالنے تک پہنچ چکی ہیں۔ احباب دعا کریں۔ خدا تعالیٰ تکمیل کی توفیق بخشے۔

خاکسار:۔ فضل الرحمٰن حکیم عفی عنہ مبلغ اسلام از سالٹ پانڈ

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

حکومت نظام نے مزارعین کی مسلسل مصائب کے پیش نظر سکندر آباد سے ۲۱ جولائی کی اطلاع کے مطابق ریاست کے چار ڈویژنوں کے کاشتکاروں کو قرضہ عطا کرنے کی غرض سے چھ لاکھ کے قریب روپیہ منظور کیا ہے۔

پنڈت مالویہ کے متعلق بمبئی سے ۲۱ جولائی کی اطلاع ہے کہ وہ ہندوؤں کے خیالات برطانوی مدبروں کے سامنے رکھنے کے لئے ایک ڈیپوٹیشن انگلستان لیجانیکے خواہشمند ہیں۔ ڈاکٹر مونجے۔ ڈاکٹر امبیدکر اور مسٹر جیکر کو بھی ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔

مسٹر چاولا مشہور ہندوستانی ہواباز کراچی سے ۲۰ جولائی کو تمام دنیا کے گرد پرواز کرنے کے لئے لنڈن روانہ ہو گیا ہے۔

آگرہ میں ۲۰ جولائی کو ہندو مسلم فساد ہو گیا۔ جس میں ایک سو سے زائد آدمی زخمی اور تین ہلاک ہوئے۔

گاندھی جی نے ۲۲ جولائی کو بہچوپی ریلوے سٹیشن پر جو الہ آباد سے سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ سرتیج بہادر سپرو سے کہا۔ یہ سو فی صدی درست بات ہے کہ پونہ میں بم مجھ پر ہی پھینکا گیا تھا۔ مگر میں اتفاقیہ بچ نکلا۔

اجمیر کا سناتنی پنڈت لال ناتھ جس نے اجمیر میں گاندھی جی کے خلاف سناتنیوں کی قیادت کرتے ہوئے سیاہ جھنڈیوں سے مظاہرہ کیا تھا۔ اور زخمی ہو گیا تھا اور جس کے کفارہ کے لئے گاندھی جی نے سات دن کا برت رکھنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔ اس نے مغل سرائے کے سٹیشن پر ۲۲ جولائی کو گاندھی جی کے خلاف پھر سیاہ جھنڈیوں والے مظاہرین کی راہنمائی کی۔

چھوت چھات کے خلاف ۲۲ جولائی کو الہ آباد میں تقریر کرتے ہوئے گاندھی جی نے ہندوؤں سے کہا یہ میری پیشگوئی ہے اور آپ اسے سن لیں۔ کہ اگر چھوت چھات کے بھوت کا خاتمہ نہ کیا گیا۔ تو ہندو دہرم کا خاتمہ ہو جائے گا۔

نیویارک میں ۲۱ جولائی کو شدت گرمی کی وجہ سے ایک گرم ترین لو چلی۔ جس سے ۱۸۸ اشخاص لقمہ اجل ہو گئے چند ہی دنوں میں وہاں گرم لو سے ہلاک شدگان کی تعداد ۳ سو تک پہنچ چکی ہے۔

کانپور سے ۲۲ جولائی کو جب گاندھی جی گذرے۔ تو استقبال کرنے والوں کے علاوہ تین صد اشخاص پر مشتمل مظاہرین کا ایک گروہ بھی سٹیشن پر موجود تھا۔ جس کے ہاتھ میں سیاہ جھنڈیاں تھیں۔

پانامہ سے آمدہ اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ وہاں بھونچال کے ہولناک جھٹکے محسوس کئے گئے ہیں۔ جن سے درجنوں اشخاص ہلاک اور متعدد مجروح ہوئے۔ جزیرہ لیسولا نامی بالکل نابود ہو گیا۔

برلن کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ بغاوت کے بعد ہر ہٹلر کو بہت سے دھمکی آمیز خطوط موصول ہو چکے ہیں۔ جس میں لکھا ہے کہ اگر وہ قیصر جرمنی کو واپس نہیں لائیگا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

پریس ٹیلیگرام کے نرخوں میں اضافہ کرنے کی تجویز شملہ سے ۲۱ جولائی کی اطلاع کے مطابق گورنمنٹ ہند کے زیر غور ہے۔

آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے اعلان کیا ہے کہ مجلس عاملہ کا ایک اجلاس بنارس میں ۲۷ جولائی کو منعقد ہو گا۔ گاندھی جی بھی اس دن وہیں ہونگے۔

دولت ایران نے طہران کی ایک اطلاع کے مطابق تمام غیر ملکیوں کو جو سرکاری ملازمتوں پر مامور تھے باقاعدہ نوٹس دے کر علیحدہ کر دیا ہے۔ اور ان کی جگہ ایرانیوں کو مقرر کیا گیا ہے۔ جو غیر ملکی ملازم باقی ہیں۔ ان کو بھی یورپ سے ایرانی طلباء کی مراجعت پر علیحدہ کر دیا جائیگا۔

لارڈ اروِن کو لنڈن سے ۲۱ جولائی کی اطلاع کے مطابق اپنے والد وائی کونٹ ہیلی فیکس سے بارہ لاکھ پندرہ ہزار روپے کی جائداد ترکہ میں ملی ہے۔

ہر ہٹلر نے بیکاری کو دور کرنے کے لئے برلن سے ۲۰ جولائی کی اطلاع کے مطابق کارخانہ جات پارچہ میں ۳۶ گھنٹہ کا ہفتہ کر دیا ہے۔ کارخانہ داروں کو اجازت ہے کہ ۳۶ گھنٹہ کا ہفتہ کرنے سے جو خرچ زیادہ ہوا ہے وہ قیمت پارچہ میں اضافہ کے ذریعہ پورا کر سکتے ہیں لیکن ناجائز فائدہ اٹھانے کی صورت میں وزیر اقتصادیات کو پانسو مارک تک جرمانہ کرنے یا کارخانہ بند کر دینے کا اختیار دیا گیا ہے۔

لنڈن سے ۲۱ جولائی کی اطلاع ہے کہ ترکی ساحل پر حال ہی میں جو واقعہ رونما ہوا۔ اور جس میں ترکی پہرہ داروں کے گولی چلانے پر ایک برطانوی بحری افسر ہلاک ہو گیا۔ اس کے متعلق ترکی حکومت نے اظہار افسوس کیا ہے۔ اور دونوں حکومتوں کے افسروں نے مشترکہ طور پر جائے وقوع پر افسر مذکور کی تجہیز و تکفین کی آخری رسوم ادا کیں۔

پنڈت لیکھرام کے چچا پنڈت گنڈا رام نے آریہ اخبارات کی اطلاع کے مطابق حال میں ۸۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اخبار پرکاش (۲۲ جولائی) کا بیان ہے کہ ان کے آخری ایام بہت مصائب میں گزرے۔ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ گویا اب اس خاندان کا بالکل خاتمہ ہو گیا ہے۔

یکشنبہ اور دوشنبہ یعنی ۲۲ ، ۲۳ جولائی کی درمیانی شب ایک اور دو بجے کے درمیان شمالی ہند یعنی پشاور سے کر دہلی تک کے قریباً تمام شہروں میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے گئے۔ جھٹکے متواتر ایک منٹ تک محسوس ہوئے۔ اور زمین سے گھڑگھڑاہٹ کی آواز بھی سنائی دی مگر کسی قسم کا نقصان نہیں ہوا

ڈاکٹر کچلو نے اس امر کے خلاف پروٹسٹ کرتے ہوئے کہ کیوں امرتسر کے کانگرسیوں نے اس انتخاب میں جو حال ہی میں وہاں ہوا۔ لڑائی جھگڑا کیا۔ ۲۳ جولائی سے سات روز کا برت رکھ لیا ہے۔ ان دنوں آپ سوڈا پانی کے سوا کوئی دوسری چیز استعمال نہیں کریں گے۔ ا[illegible] یہ دن جلیانوالہ باغ میں گذاریں گے۔ مگر جب گاندھی جی کے لمبے لمبے برت بے نتیجہ ثابت ہوئے۔ تو کچلو صاحب کی فاقہ کشی کیا حقیقت رکھتی ہے۔

اخبار سن بمبئی کو ۲۳ جولائی کی اطلاع کے مطابق لنڈن سے اطلاع ملی ہے۔ کہ برطانوی گورنمنٹ نے ڈاکٹر شیلڈرک نو مسلم کو جن کے متعلق اخبارات میں شائع ہوا تھا۔ کہ وسطی ترکستان میں انہیں لوگوں نے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اور کہ اس ملک کا نام اسلامستان رکھا گیا تھا۔ ترکستان میں جانے کی ممانعت کر دی ہے۔ کیونکہ گورنمنٹ یہ برداشت نہیں کر سکتی۔ کہ اس کا ایک شہری اپنے آپ کو بادشاہ کہے۔

یوپی گورنمنٹ نے الہ آباد سے ۲۳ جولائی کی اطلاع کے مطابق تمام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں کے نام ہدایات جاری کر دی ہیں۔ کہ قانون اسلحہ کے ماتحت پستول رکھنا بھی جرم ہے اور اس کے لئے بھی لائسنس حاصل کرنا لازمی ہے۔

پالم پور سے ۲۱ جولائی کو ایک موٹر جو گند رنگر کو جا رہی تھی ہوئی۔ مگر بریک نہ ہونے کی وجہ سے بازار ہی میں [illegible] ایک سو گز کی اونچائی سے گر کر چکنا چور ہو گئی۔ پانچ [illegible]

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا۔ اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر۔ غلام نبی